International Research Journal of Arabic and Islamic Studies, Vol.:04, Issue: 01, Jan-Jun 2024
pp:437 - 453

OPEN ACCESS
IRJAIS
ISSN (Online): 2789-4010
ISSN (Print): 2789-4002
www. irjais.com

علم الجرح والتعدیل کا تعارف اور مراتبِ جرح وتعدیل: ایک تحقیقی مطالعہ

Introduction to the Science of Jarh and Ta'dil and the Levels of Jarh and Ta'dil: A Research Study

Shamim Akhtar
M. Phil Scholar, Department of Islamic Studies,
Riphah International University, Faisalabad.
Email: shamimrai201@gmail.com
Muhammad Saad Dehlvi
Ph. D Scholar, Department of Islamic Studies,
The University of Lahore, Lahore.
Email: muhammadsaaddehlvi@gmail.com

Abstract

The science of Jarh and Ta'dil is fundamental in the field of Hadith studies, focusing on the evaluation and authentication of narrators. This discipline ensures the reliability of hadith by scrutinizing the character and trustworthiness of the individuals transmitting them. The article introduces the principles and methodologies of Jarh and Ta'dil, outlining its historical development and significance in Islamic scholarship. It also delves into the different levels of criticism (Jarh) and commendation (Ta'dil) applied to narrators, explaining the criteria and terminologies used by scholars. By understanding these gradations, one can appreciate t he meticulous efforts of early scholars in preserving the integrity of hadith literature. This research study aims to elucidate the complexities and importance of Jarh and Ta'dil in the authentication process of Islamic traditions.

Keywords: Jarh, Ta'dil, Hadith Studies, Narrator Evaluation, Criticism and Commendation in Hadith

تعارف موضوع

اسلام دین فطرت ہے جسکی جملہ تفصیلات وجزئیات کا علم قرآن مجید اور احادیث نبویہ کے ذریعے ہوتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کے ان دونوں سرچشموں کی نوعیت لازم وملزوم ہے۔ انہیں اگر ایک دوسرے سے جدا کرنے کی کوشش کی جائے تو اسلامی تہذیب وتمدن کے ایوان کی بنیاد ختم ہو جاتی ہے۔ قرآن اگر وحی متلو ہے تو حدیث وحی غیر متلو۔ جس محفوظ طریق پر قرآن کا نزول ہوا، اور اس کے اصولوں اور احکامات کی تشریح وتوضیح بھی پوری حفاظت اور ذمہ داری کے ساتھ انہی ہاتھوں میں

CC BY

محفوظ ہوئی۔ آپ نے اگر ایک طرف حدیث کو یاد کرنے اور اسکی حفاظت و اشاعت کی فضیلت بیان فرمائی تو دوسری طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کرنے پر سخت وعید بھی سنائی، فرمایا: "من كذب على متعمدا ،فليتبوا مقعده من النار"[1] یعنی جس نے جان بوجھ کر میری طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کی تو اسے چاہیئے کہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے"۔

رسول اللہ، کی حیات طیبہ کے بارے میں تفصیلی معلومات کا اہم ذریعہ احادیث ہیں۔ احادیث اور اس کے متعلق معلومات کی تدوین امت مسلمہ کا ایسا کارنامہ ہے جو اس سے پہلے کسی اور قوم نے انجام نہیں دیا۔ علم حدیث میں کسی بھی حدیث کے دو حصے ہوتے ہیں: ایک سند اور دوسرا متن۔

- **سند:** سند سے مراد وہ حصہ ہوتا ہے جس میں حدیث کی کتاب کو ترتیب دینے والے امام سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک تمام رواۃ کی مکمل زنجیر کی تفصیلات بیان کی جاتی ہیں۔
- **متن:** حدیث کا اصل حصہ ہوتا ہے جس میں رسول اللہ کا کوئی ارشاد، آپ کا کوئی عمل یا آپ سے متعلق کوئی حالات بیان کیئے گئے ہوتے ہیں۔ سند کی تحقیق میں سند کا حدیث کی کتاب کے مصنف سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک ملا ہوا ہونا اور راویوں پر جرح و تعدیل شامل ہیں۔ حدیث کا متن حدیث کی سند پر موقوف ہے۔ سند صحیح متصل سے کوئی بات ثابت ہو جائے تو اسکی تمام ذمہ داریاں لازم آجاتی ہیں، حدیث اگر حجت ہے اور اس پر عمل واجب ہے۔ لہٰذا اسکی سند معلوم کرنا اور اسکے راویوں کی جانچ پڑتال کرنا سب علم دین قرار پائے گا۔

ہر خبر کی تفتیش کا سلیقہ ہر انسان نہیں رکھتا، بعض خبریں ایسی ہوتی ہیں کہ انکی تفتیش خاص افراد ہی کر سکتے ہیں، یہ تفتیش کے محکمہ جات کہ طرف اشارہ ہے، ہر خبر کی تحقیق کے لئے اسکی مناسب اہلیت درکار ہوتی ہے۔ ان بنیادی اصولوں کی روشنی میں دین اسلام جتنی ترقی کر رہا، اسی قدر اسکے تنقید کے اصول بھی ساتھ ساتھ ترقی کر رہے۔ حتیٰ کہ اسناد، اسماء الرجال، جرح و تعدیل اور احوال رواۃ کے لیئے جدا جدا مستقل فن مرتب ہوئے اور محدثین عظام نے تمام موضوعات پر گراں قدر خدمات انجام دیں اور کتب تصنیف کی ہیں۔

احادیث نبویہ کی حفاظت کے لیئے محدثین عظام نے مختلف علوم دریافت کئے انہیں علوم میں سے ایک اہم اور مشکل علم "جرح و تعدیل" کا بھی ہے، زیر نظر اسائمنٹ میں اسی علم کے اہم پہلو "**جرح تعدیل اور اسکے مراتب**" کا تحقیقی جائزہ ہے۔

جرح و تعدیل کا تعارف

رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہم تک راویوں کی وساطت سے پہنچی ہے۔ ان کے بارے میں علم حدیث کے درست ہونے یا نا ہونے کی بنیاد ہے۔ اسی وجہ سے حدیث کے ماہرین نے راویوں حالات اور ان سے روایات قبول کرنے کی شرائط بیان کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ یہ شرائط نہائت ہی گہری حکمت پر مبنی ہیں اور ان شرئط سے ماہرین حدیث کے گہرے غور و خوض اور ان کے

طریقے کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ان میں سے کچھ شرائط کا تعلق راوی کی ذات سے ہے اور کچھ کا تعلق کسی راوی سے حدیث اور خبر قبول کرنے سے ہے۔دور قدیم سے لے کر آج تک کوئی قوم نہیں گزری جس نے اپنے افراد کے بارے اس درجے کی معلومات مہیا کرنے کا اہتمام کیا ہو۔کوئی قوم بھی اپنے لوگوں سے خبریں منتقل کرنے سے متعلق ایسی شرائط عائد نہیں کرسکی جیسی ہمارے علمائے حدیث نے ایجاد کی ہیں۔ایسے رواۃ جن کے احوال کے بارے میں ہمیں علم نا ہوسکے ان کے بارے میں یہ خطرہ ہے کہ کسی غلط خبر کو صحیح سمجھ کیا جائے۔اس وجہ سے ایسی روایات کے سچے یا جھوٹے ہونے کی تصدیق نہیں کی جاسکتی۔

جرح کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

جرح دراصل راوی کی عدالت یا ضبط پر ایسی تنقید کا نام ہے۔جس سے اسکی حیثیت داغدار اور مجروح ہو جائے،لغت میں جرح کے اصل معنیٰ اسلحہ سے زخمی اور مجروح ہونے کے ہیں:

- ابن سیدہ لکھتے ہیں:**((جرحه يجرحه جرحا،اثر فيه بالسلاح۔))**[2]
- حافظ ابن اثیر الجزری لکھتے ہیں:**((هو وصف الراوی بما يقتضی تلين روايته او تضعيفها اوردها))**[3]

"اصطلاح محدثین میں جرح سے مراد "راوی کے اس وصف کا بیان ہوناہے جس سے عدالت اور ضبط کو عیب دار بنائے۔جس سے اسکی روایت کمزور یا مردود ہو جائے۔"

اور جب یہ لفظ حاکم اور شاہد و گواہ کے سیاق وسباق میں استعمال ہوتا ہے تو اسکا مطلب ہوتا ہے کہ حاکم کو گواہ کی کذب بیانی یا ایسی ہی کسی خصلت کا علم ہو گیا ہے،جس کی بناء پر اس کی شہادت قابل قبول نہیں رہی۔

- ابن منظور افریقی بیان کرتے ہیں کہ:**((جرح الحاكم الشاهد اذا عثر منه علی ما تسقط به عدالته من كذب غيره))**[4]

بعد میں اس لفظ کے محل استعمال حاکم کی تخصیص باقی نہیں رہی اور مطلق رد شہادت کے موقع پر اس کا اطلاق کیا جانے لگا۔

((وقد قيل ذلک فی غير الحكم فقيل :جرح الرجل عض شهادته))[5]

چونکہ حدیث کو شہادت اور حدیث کے راوی کو گواہ سے کئی وجوہ سے مشابہت حاصل ہے اس لیئے محدثین نے جب کسی راوی حدیث پر کلام کیایا اسکی روایت کو رد کر دیا تو اسکے لیئے "جرح" کی اصطلاح وضع کی گئی۔

- حافظ ابن اثیر الجزری لکھتے ہیں:**((هو وصف الراوی بما يقتضی تلين روايته او ردها))**[6]"اصطلاح محدثین میں جرح سے مراد "راوی کے اس وصف کا بیان ہوناہے جس سے اس کی عدالت اور ضبط کو عیب دار بنائے جس سے اسکی روائت کمزور یا مردود ہو جائے۔

تعدیل کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

تعدیل کا مادہ عدل ہے یہ لفظ ظلم کا متضاد ہے عادل وہ لوگ کہلاتے ہیں جنکی بات پسندیدہ ہو اور قابل قبول ہو:

- ابن منظور افریقی نے تعدیل کی تعریف اس انداز میں بیان کی ہے:((العدل من الناس :المرضی قوله و حكمه))[7]،"اور عدل وعادل وہ شخص کہلاتے ہیں جن کی گواہی میں کوئی مضائقہ نہ ہو۔"
- حافظ ابن حزم نے عدل کی اصطلاحی تعریف یوں کی ہے:((العدل هو القيام بالفرائض ا اجتناب المحارم والضبط لما و اخبربه فقط))[8]"عدل سے مراد فرائض کا قیام اور حرام چیزون سے بچنا ہے اور وہ چیز جو روایت کرے اور بتائے اسکو اچھی طرح سے یاد کرنا ہے"

تعدیل کا مطلب ہوا تحقیق کے بعد کسی کا معتبر یا عادل قرار دینا۔

علم جرح وتعدیل کی تعریف

علم جرح وتعدیل کی متعدد تعریف علماء جرح وتعدیل نے کی ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں ملاحظہ کیجئے۔

- حافظ عبد الرحمان ابن ابی حاتم نے کی ہے:((اظهر احوال اهل العلم من كان منهم ثقه او غير ثقه))[9]"اہل علم کے احوال کا ظاہر کرنا کہ ان میں کون ثقہ اور کون غیر ثقہ"
- امام ابن الاثیر نے نقل فرمایا ہے کہ:

((الجرح : وصف متى التحق بالراوى والشاهد سقط الاعتبار بقوله و بطل العمل به، والتعديل: وصف متى التحق بها اعتبر بقولها و اخذ به))[10]

"**جرح:** ایسا وصف ہے کہ جب کسی راوی یا شاہد کے ساتھ ملحق ہو جاتا ہے تو اس کے قول کا اعتبار ساقط ہو جاتا ہے اور اس پر عمل باطل ہو جاتا ہے۔

اور **تعدیل:** ایسا وصف ہے کہ جب یہ کسی راوی یا شاہد کے ساتھ ملحق ہو جائے تو اس کا قول معتبر ٹھہرتا ہے اور اسے قبول کیا جاتا ہے۔"

- حاجی خلیفہ لکھتے ہیں:((هو علم يبحث فيه عن جرح الرواةوتعديلهم بالفاظ مخصوصة وعن مراتب تلك الالفاظ))[11]"یہ ایسا علم ہے کہ جس میں راویوں کی جرح اور ان کی تعدیل پر مخصوص الفاظ کے ساتھ بحث کی جاتی ہے اور ان الفاظ کے فرق کی بنیاد پر راویوں کے مراتب مرتب کیے جاتے ہیں"
- ڈاکٹر صبحی صالح نے اس علم کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:((هو علم يبحث عن الرواة من حيث ماورد فى شانهم ممايشينهم او يزكيهم بالفاظ مخصوصة))[12]"جرح و تعدیل وہ علم ہے جو مخصوص الفاظ کے

ساتھ راویوں کے بارے میں بحث کرتا ہے، اس حوالے سے کہ ان کے احوال کے بارے میں جو کچھ وارد ہوا ہے وہ ان کے عیوب ظاہر کرتا ہے یا ان کا تزکیہ کرتا ہے۔"

- علم جرح و تعدیل کی مشہور تعریف یوں ہے:((علم یبحث فیه عن جرح الرواۃ و تعد یلھم بالفاظ مخصوصه وعن مراتب تلک الفاظ))[13]"علم جرح وتعدیل ایسا علم ہے جس کے ذریعے راویوں کے جرح کے بارے میں مخصوص کلمات اور مراتب کے بارے میں بحث کی جاتی ہے۔

علم جرح وتعدیل کا شرعی حکم:

جرح وتعدیل کا اصل مقصد شریعت کی حفاظت کرنا، ہر طرح کی فتنہ سامانیوں سے اسکو پاک رکھنا، مدخول چیزوں سے محفوظ رکھنا ہے، اس سے نہ کسی کی عیب جوئی کرنا مقصد ہے نا کسی کی خوشنودی حاصل کرنا، بلکہ اس کا مقصد اظہار حقیقت ہے۔ تاکہ اسکی روشنی میں احادیث رسول کی دیکھ بھال اور جانچ پڑتال کی جاسکے، اس لیئے شریعت نے اسکی اجازت دے رکھی ہے، چنانچہ قرآن مجید میں اللہ کا حکم کا ارشاد ہے:

((يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا))[14]

یہاں پر اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کو جھوٹی خبریں دیتا ہے۔ اسکی حقیقت معلوم کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور اس پر فاسق کا حکم لگایا ہے، جو اس پر ایک طرح سے جرح ہے۔ اسی طرح سے اللہ کے رسول سے جرح وتعدیل دونوں کا حکم ثابت ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت عائشہ کی روایت کافی مشہور ہے جس میں یہ ہے کہ ایک شخص نے ملنے کی اجازت طلب جب آپ کی نگاہ اس پر پڑی تو آپ ﷺ نے فرمایا:"ائذنوا له بئس اخو العشیرۃ"، اس کو اندر آنے کی اجازت دو اپنے خاندان کا کیا ہی برا فرس ہے۔

پھر جب وہ شخص اندر آیا تو آپ نے بڑی خندہ پیشانی سے اس کا استقبال کیا، حضرت عائشہ نے آپ سے جب اسکا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ: عائشہ تم نے مجھ کو بداخلاق کب پایا ہے؟ یقیناً قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے برا ہوگا جسکو لوگوں نے اس کے شر کی وجہ سے چھوڑ دیا ہو۔ معلوم ہوا کسی کے شر سے بچنے کے لیئے اسکا ترک کر دینا درست ہے، اس طرح سے راویوں کے شر سے بچنے کے لیے ان کو متروک قرار دینا درست ہے، اس لیئے کہ "**بئس اخو العشیرۃ**"جرح صریح کے مترادف ہے۔ یہاں پر اللہ کے رسول ﷺ نے بداخلاقی سے بچنے کے لیئے خندہ پیشانی سے ملاقات اور انکی خاطر مدارات کی ، لیکن جو شر تھا اسکو بھی بتا دیا اس میں کوئی رعایت نہیں کی تاکہ لوگ اس طرح لوگوں سے ہوشیار رہیں۔

رسول پاک سے تعدیل بھی ثابت ہے، چنانچہ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے ایک خواب دیکھا اس کو حضرت حفصہ کو بتایا۔ حضرت حفصہ نے آپ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ؛**ان عبداللہ رجل صالح** "اور ایک اور روایت میں ہے

کہ "ان عبداللہ رجل صالح لو کان یکثر الصلاۃ في اللیل "[15] یعنی عبد اللہ ابن عمر بہت نیک آدمی ہیں۔ کاش کہ رات میں زیادہ نماز ادا کرتے (یعنی تو اور بہتر ہوتا) حضرت عمر نے اپنی نماز میں اضافہ کیا۔

یہ ایک طرح سے ان کی تعدیل ہے اہل علم نے فقط "صالح" کو بھی عدالت کے لیے استعمال کیا ہے۔ یہ الگ بات کہ "صالحیت" مراد ہوتی تو صرف "صالح" کہتے اور اگر "صلاحیت" مراد ہوتی ہے تو "صالح الحدیث" کہتے ہیں۔

نیز فاطمہ بنت قیس نے اپنے نکاح کے سلسلہ میں اللہ کے رسول سے مشورہ کیا اور فرمایا کہ معاویہ بن ابو سفیان اور ابو جہم بن صفوان اور (اسامہ بن زید) نے پیغام دیا ہے کس سے نکاح کرنا بہتر ہو گا؟ آپ نے فرمایا۔

((اما ابو جهم فلا يضع عصاه عن عاتقه،و اما معاويه فصعلوك لا مال له انكحى اسامه بن زيد،فكرهته ثم قال:انكحى اسامه فنكحته فجعل الله فيه خير او اغطبت))[16]

یعنی ابو جہم عورتوں کو بہت مارتے ہیں اور معاویہ فقیر آدمی ہے اسامہ سے نکاح کر لو، محل شاہد یہ ہے کہ یہاں اللہ کے رسول نے دو آدمیوں کا عیب بیان کیا جو جرح کے مترادف ہے۔ اور ایک سے نکاح کرنے کا حکم دیا جو انکی تعریف اور تعدیل ہے۔ یہاں پر معاملہ صرف شادی بیاہ کا تھا۔ جس میں زوجین کی خیر خواہی مقصود تھی۔ اگر انکی بھلائی اور حقوق کی حفاظت۔ نیز شر سے محفوظ رکھنے کے لئے کسی اچھائی اور خرابی بیان کی جاسکتی ہے تو شریعت محمدی ﷺ جس سے پوری امت کی بھلائی وابستہ ہے اسکی حفاظت کے لئے راویوں کی خوبی اور خرابی کیوں بیان نہیں کی جاسکتی؟

جرح وتعدیل کے اصول

جرح وتعدیل کا کام بے حد مشکل و پر پیچ ہے۔ اسلئے کہ اس میں جارح و مجروح دونوں انسان ہوتے ہیں۔ ان سے غلطی اور سہو ہو جانا ایک ضروری امر ہے۔ اسی طرح اظہار غضب و تنگ نظری، ہمدردی و فراخ دلی بھی انسانی فطرت ہے جس کا اثر ظہور جرح تعدیل پر نمایاں ہے اسلئے جرح وتعدیل کے لئے کچھ ضروری اصول وضوابط مقرر کئے گئے ہیں۔

①. سارے صحابہ عادل ہیں:

اس بحث میں داخل ہونے سے پہلے یہ بات معلوم ہونی چاہیئے کہ جرح کے جتنے بھی اصول ہیں یہ سب غیر صحابی کے لئے ہیں اسلئے کہ سارے صحابہ بلا تامل تفریق عادل ہیں، ان کی عدالت امر مسلم ہے۔ کتاب و سنت اور اجماع امت اسکی دلیل ہے۔ اسلئے جب کسی بھی راوی کے بارے معلوم ہو جائے کہ وہ صحابی رسول ہیں چاہے انکا نام نسب معلوم ہو یا نا ہو تو وہاں جرح کے سارے اصول معطل ہو جاتے ہیں اسی لئے یہ مشہور مقولہ ہے۔ کہ "جھالۃ الصحابہ لا تضر"۔

②. جرح وتعدیل حسب ضرورت:

چونکہ جرح وتعدیل ایک شرعی ضرورت ہے لہذا اسکو ضرورت کی حد تک استعمال کرنا چاہیے، بہت زیادہ مبالغہ آرائی اور غیر ضروری باتوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔ امام سخاوی فرماتے ہیں کہ: **"لایجوز التخریج بشئین اذاحصل بواحد"**[17]
"یعنی اگر کسی سبب سے جرح ثابت ہو جائے تو دوسرے اسباب کا ذکر کرنا جائز نہیں ہے۔"

③. متقدمین کا فیصلہ زیادہ معتبر ہے:

اگر کسی راوی کے بارے میں متقدمین نے کوئی فیصلہ کیا ہو، کسی امام کا قول موجود ہو تو انکا قول اس شخص کے بارے میں زیادہ معتبر ہو گا۔ اس لئے صاحب زمانہ نے اس کو بذات خود مشاہدہ کیا ہے اور معلومات حاصل کی ہے اور جوں جوں زمانہ گزرتا جاتا غلطی کا امکان بڑھتا جاتا ہے۔ اس لئے ایسے شخص پر کسی متاخر شخص نے کوئی فیصلہ کیا ہو، یا دوسری رائے قائم کی ہو تو اسکا اعتبار نہیں ہو گا۔ یہاں تک کہ اسکی جرح کی بنیاد اور معقول وجہ معلوم ہو جائے اور ظاہر بات ہے کہ معقول وجہ کسی متقدم ہی سے ہو سکتی ہے۔ مثلا ابان بن صالح قرشی کی ابن معین، عجلی، ابن ابی شیبہ، ابو زرعہ، ابو حاتم رازی اور نسائی نے توثیق کی ہے۔ لیکن ابن عبد البر نے اسکو ضعیف کہا ہے اور ابن حزم نے کہا کہ مشہور نہیں۔

④. قول کی نسبت کا قائل کی طرف صحیح ہونا:

جس قول کی نسبت اسکے قائل کی جانب صحیح نہ ہو تو اسکا اعتبار نہیں ہو گا۔ ابن جوزی نے ابان بن یزید عطار کے بارے میاں محمد بن یونس کدیمی کے واسطہ سے امام ابن قطان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: "انا اروي عنه"
حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ قدیمی ضعیف ہے لہذا یہ قول قابل قبول نہیں۔ ابن معین کے واسطہ سے ابن قطان کا جو قول ہے کہ "کان یرویه عنه"[18] "وہی معتمد ہے۔
ایسے ہی علی ابن عبد العزیز بغوی نے سلیمان بن احمد کے واسطہ سے ابن مہدی کا قول فرج بن فضالہ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ۔ "**ما رایت شامیا اثبت من فرج بن فضاله**"[19]
حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ: ابن مہدی کے توثیق سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیئے کیونکہ یہ سلیمان بن واسطی کے واسطہ سے منقول ہے جو کذاب ہے۔ ایسے ہی نعیم بن حماد خزاعی کو جن لوگوں نے متہم قرار دیا ہے اس کے اصل قائل غیر معروف ہیں، اس لیئے اسکا اعتبار نہیں۔

تصدیق و تحقیق کے بعد فیصلہ کرنا:

کسی راوی کے بارے میں آخری فیصلہ کرنے سے قبل راوی کے سلسلے میں ہر قسم کی شہادت اور اسکی زندگی کے بارے میں

مکمل معلومات حاصل کرلینا چاہیئے، نیز اس پر کہے ہوئے اقوال پر ایک تنقیدی نظر ڈال لینا چاہیئے اور جب یقین ہو جائے کہ ناقد جو کہہ رہاہے وہی پہلو راجح ہے تب ہی اسکے اوپر حکم صادر کرناچاہیئے۔[20]

⑤. ہم عصروں کے اقوال کی حیثیت:

ہم عصر راویوں کے اقوال جو ایک دوسرے کے خلاف ہوں انکو بہت زیادہ اہمیت نہیں دینی چاہیئے،اس لئے کہ ایسا ہونا فطری بات ہے کہ ایک معاسر دوسرے کی معمولی سی لغزشوں کو بھی معاف نہیں کرتا، خصوصاجب یہ پتہ چل جائے کہ دونوں کے درمیان کسی مسئلہ پر کسی وجہ سے کشیدگی تھی۔[21]

امام ذہبی فرماتے ہیں کہ ہم عصروں کی بہت ساری باتوں کو جو ایک دوسرے کے سلسلہ میں ہیں در گزر کرنا چاہیئے اور نہ اسکو طعن کا سبب بنانا چاہیئے۔اسی طرح سے تعدیل کا معاملہ بھی ہوتاہے۔اس لیئے کہ ناقد اپنے مشائخ یا ہم خیال لوگوں کے لئے نرم گوشہ رکھ سکتاہے۔[22]

امام بخاری فرماتے ہیں: عام طور سے لوگ دوسروں کے کلام سے محفوظ نہیں۔ مثلا ابراہیم نے امام شعبی پر کلام کیا۔ شعبی نے عکرمہ پر کیاہے،اس طرح کے مقام میں اہل علم نے مطلق ان کو قبول نہیں کیاہے بلکہ اس کے لیئے واضح دلیل اور قطعی حجت چاہیئے۔[23]

یہاں پر اس مسئلے کی تھوڑی وضاحت کرنا ضروری ہے وہ یہ کہ اہل علم کے درمیان جو یہ بات مشہور ہے کہ "المعاصرۃ اصل المنافرۃ" اور اسی کو بنیاد بناکر ہم عصر راویوں کے جرح کو ختم کر دیا جاتاہے۔تو ایسا نہیں ہونا چاہیئے اور نا ہی اسکو اطلاق پر محمول کرنا چاہیئے بلکہ یہ اسی صورت میں ہے جب کہ اس کی بنیاد غصہ، تعصب وتنگ نظری، یا مذہبی وعلمی عداوت پر ہو اور یہ صرف ہم عصر کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر ایک کے ساتھ ہے۔

⑥. فرط غضب واندھی محبت میں صادر ہونے والا جرح وتعدیل:

ہر وہ جرح وتعدیل جو فرط غضب یا اندھی محبت کے جذبے میں صادر ہو، یا ردعمل کے طور پر ہو، یا نفرت اور عداوت پر مبنی ہو۔تو غیر مقبول ہے۔اس لئے کہ جب کوئی شخص کسی پر غضب ناک رہتاہے تو اسکی ہر حرکت اسے بری لگتی ہے اور جب وہ کسی سے خوش ہوتاہے تو اس کی ہر ادا اسے بھلی لگتی ہے۔خواہ حقیقت میں وہ بری ہی کیوں نا ہو، لہٰذا اگر کسی راوی کے بارے میں اس طرح کی جرح وتعدیل صادر ہوگئی ہو تو وہ غیر مقبول ہے۔

علامہ عبد الرحمٰن معلمی یمانی فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول کے فرمان "لا یقضین حکم بین اثنین وھو غضبان "[24] یعنی حالت غضب میں کوئی قاضی دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ نا کرے۔سے اندازہ ہوتاہے کہ علماء راویوں پر حکم لگانے کے لئے اس سے کہیں زیادہ تاکید کی ہے۔بحث ونظر کی ضرورت ہوتی ہے جتنا کہ خصومات میں ہوتی ہے:۔

نیز فرمایا کہ حالت غضب میں جب آدمی کسی کو کچھ کہتا ہے تو اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں: ایک یہ کہ وہ بطور ذم کہتا ہے، حکم لگانا مقصود نہیں ہوتا۔

دوسری یہ کہ اس پر بطور حکم کچھ کہتا ہے، دوسری صورت میں غلطی بہت اندیشہ ہوتا ہے جس کو آئمہ فن سمجھتے ہیں۔[25]

یہی وجہ ہے کہ کہ جن محمد بن اسحٰق نے امام مالک کے بارے میں کہا کہ:

"اعرضوا علي علم مالك فاني انا بيطاره" تو امام مالک نے غصہ میں کہا: دجال من الدجاجلة"[26]

یہاں پر حکم لگانا مقصود نہین تھا بلکہ ان کا ذم بیان کرنا مقصود تھا یہی معاملہ امام نسائی اور احمد بن صالح مصری کا بھی ہے لہٰذا اس حالت میں صادر ہونے والے اقوال سے ان راویوں پر کوئی حکم نہیں لگایا جائے گا۔

⑦. مذاق کے طور پر صادر جرح و تعدیل:

اسی طرح سے ہر وہ جرح و تعدیل جو بطور مذاق صادر ہوئی ہو اس کا بھی اعتبار نہیں ہو گا جیسا کہ عفان بن مسلم، علی بن مدینی، اور ابو بکر بن ابی شیبہ بیٹھے بات کر رہے تھے، اتنے میں عفان بن مسلم نے کہا کہ: "ثلاثة يضعون في ثلاثة: علي بن المديني في حماد بن زيد، واحمد في ابراهيم بن سعد وابن ابي شيبه في شريك"2[27] تین افراد تین آدمیوں میں ضعیف ہیں۔ علی بن مدینی، حماد بن زید میں، احمد ابراہیم بن سعد میں، ابن ابی شیبہ شریک میں، تو علی بن مدینی نے کہا کہ: وعفان فی شعبة" اور عفان شعبہ میں۔

امام ذہبی فرماتے ہیں کہ: ان لوگوں نے ایک دوسرے کو بطور مذاق اس طرح کہا تھا اس لئے کہ یہ لوگ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے مذکورین سے کم سنی میں روایت کیا ہے۔

⑧. نسبتی جرح و تعدیل کا حکم:

کبھی آئمہ جرح و تعدیل ایک راوی کو ثقہ اور دوسرے کو ضعیف کہتے ہیں جس سے ان کا مقصد قطعی حکم لگانا نہیں ہوتا ہے بلکہ دوسرے کے مقابلہ میں حکم لگانا مقصد ہوتا ہے۔ مثلا امام دارمی نے جب یحیٰ بن معین سے علاء بن عبد الرحمٰن اور سعید مقبری کے بارے میں سوال کیا کہ دونوں میں کون بہتر ہے تو انہوں نے کہا کہ سعید اوثق ہیں اور علاء ضعیف۔ یعنی سعید کے بہ نسبت علاء کمزور ہیں۔[28]

⑨. مخصوص حالات کا اعتبار:

بعض راویوں کے ساتھ کچھ مخصوص حالتیں ہوتی ہیں، جن کا جاننا بھی جارح و معدل کے لئے ضروری ہوتا ہے تاکہ اس راوی کو مطلق ثقہ، یا مطلق ضعیف نہ سمجھا جائے۔ اس کی کئی صورتیں ہیں:

1) مثلا ایک شخص ایک شہر یا ایک اقلیم میں ثقہ ہوتا ہے دوسرے میں ضعیف ہوتا ہے، جیسے اسماعیل بن عیاش شامی

حمصی، جب یہ شامیوں سے روایت کرتے ہیں تو ثقہ ہوتے ہیں۔ اور جب غیر شامیوں، حجازیوں، عراقیوں وغیرہ سے روایت کرتے ہیں، تو ضعیف ہوتے ہیں۔ اسی طرح ولید بن مسلم دمشقی جب غیر اہل دمشق سے روایت کرتے ہیں تو ان کی روایت میں نقص ہوتا ہے۔

ایسے ہی جب ہشام بن عروہ اہل عراق سے روایت کرتے ہیں تو مضطرب ہوتے ہیں۔ ایسے ہی یزید بن ہارون کی روایت واسط والوں سے بغداد والوں کے مقابلہ زیادہ صحیح ہوتی ہے۔ اسی طرح معمر بن راشد ازدی۔ جن بصرہ اور عراق میں روایت کرتے تو ان کی حدیثیں مضطرب ہوتی ہیں۔ اور جب یمن میں روایت کرتے تو ان کی روایتیں صحیح ہوتی ہیں۔[29]

2) اسی طرح سے ایک راوی کسی شخص سے روایت کرتا تو ثقہ ہوتا ہے لیکن جب وہی شخص اگر کسی دوسرے شیخ سے روایت کرتا ہے تو ضعیف ہوتا ہے۔ جیسے جریر بن حازم بصری، یہ راوی ثقہ ہیں لیکن جب قتادہ سے روایت کرتے ہیں تو ضعیف ہوتے ہیں ایسے ہی سلیمان تیمی ثقہ ہیں لیکن قتادہ سے روایت کرتے ہیں تو ضعیف ہوتے۔ ایسے ہی جعفر بن برقان ثقہ ہیں، لیکن زہری سے روایت کرتے ہیں تو ضعیف ہوتے ہیں۔[30]

3) کچھ راوی ایسے ہیں جن کی روایتیں بعض حالات میں صحیح اور بعض حالات میں ضعیف ہوتی ہیں۔ مثلاً وہ راوی جو آخری عمر میں مختلط ہو گئے تھے، یا کسی عارضہ کی بناء پر سوء حفظ کا شکار ہو گئے تھے۔ جیسے سعید بن ایاس جریری وغیرہ جو فی نفسہ ثقہ تھے لیکن اختلاط کی بناء پر ضعیف ہو گئے تھے۔

لہٰذا ان ساری چیزوں کا اعتبار جارح و معدل کے لئے ضروری ہے تا کہ غلط فہمی میں مبتلا نا ہو۔

⑩① . کمزور اسباب جرح کا حکم:۔

جرح میں ایسے اسباب کا سہارا لینا جو مجروح کرنے کے لئے کافی نا ہوں تو اس سے جرح ثابت نہیں ہوتی۔

مثلاً بعض راویوں پر اس لئے جرح کیا گیا ہے کہ وہ بادشاہوں اور امراء کی مجلسوں میں شریک ہوتے تھے۔ علی بن عامر پر اس لئے جرح کیا گیا کہ وہ چھوٹے بڑے ہر ایک سے روایت کرتے تھے، حالانکہ اپنے سے چھوٹے آدمی سے روایت کرنا کوئی عیب کی بات نہیں ہے۔ حکم بن عینیہ سے پوچھا گیا کہ زاذان سے کیوں روایت نہیں کیا تو انہوں نے کہا کہ۔ "کان کثیر الکلام" یعنی بہت بولتے تھے۔

اسی طرح سے صالح المری کا ذکر حماد بن سلمہ کے سامنے اور حجاج الشاعر کا ذکر ابن معین کے سامنے آیا تو تھوکنے لگے (اظہار ناپسندیدگی کیا) امام شعبہ نے ابو غالب سے روایت نہیں کیا اس لئے کہ انہوں نے ایک مرتبہ ان کو دیکھا کہ وہ دھوپ میں حدیث بیان کرتے تھے۔[31]

اس طرح کی دیگر بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ جب محدث سے کسی کے جرح کے بارے میں سوال کیا گیا تو اس طرح کی

بے تکی دلیل انہوں نے ذکر کی ہے۔ ظاہر ہے اس طرح کے اسباب راوی کو مجروح کرنے کے لئے کافی ہیں۔

①① . رجال صحیحین ثقہ اور عادل ہیں:

کتب حدیث میں صحیحین کا درجہ سب سے بڑا ہے، آئمہ کا ان کی صحت پر اجماع ہے۔ حتٰی کہ ان کو "اصح الکتاب بعد کتاب اللہ" کہا گیا ہے، لہٰذا جن راویوں سے ان میں بطور استدلال روایت کی گئی ہے۔ وہ سب ثقہ ہیں، اگر کسی پر کسی نے کچھ کلام کیا ہے تو وہ غیر موئثر ہے۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں کہ: میزان اعتدال میں میں نے بہت سے ایسے راویوں کا ذکر ہے جو صحیحین کے راوی ہیں، یا دونوں میں سے کسی ایک کے راوی ہیں لیکن ان کے ذکر کرنے کا یہ مقصد نہیں کہ وہ حقیقت میں مجروح ہیں بلکہ صرف اس لئے ذکر دیا کیونکہ بعض اصحاب کتب ضعفاء نے ان کو اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ: صاحب صحیحین کا اپنی کتاب میں کسی راوی سے بطور استدلال حدیث روایت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان کے یہاں عادل اور ثقہ ہیں، نیز جمہور آئمہ نے ان کی کتابوں کو صحیح کے نام سے موسوم کیا ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ اس کے راوی جمہور کے یہاں ثقہ ہیں۔

علامہ ابو الحسن مقدسی ان رجال کو جن صاحب صحیحن نے استدلال کیا ہے ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ "**ھذا جاز القنطرة**" ان کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر کسی نے جرح کیا تو وہ غیر مقبول ہے۔[(32)]

②① . فقہاء عموماروایت میں ضعیف ہوتے ہیں:

جن راویوں میں فقاہت ضرورت سے زیادہ غالب ہوتی ہے اور وہ اپنی فقاہت میں غلو کی حد تک پہنچے ہیں وہ عموماحدیث میں ضعیف ہوتے ہیں اسلئے کہ انکی توجہ معنی کی طرف ہوتی ہے سند کی طرف نہیں ہوتی، اسلئے سند حدیث کو صحیح طرح سے ضبط نہیں کرتے اور متن حدیث کو بلمعنی روایت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس میں غلطی کر جاتے ہیں جیسے کہ شریک نے رافع بن خدیج کی مزارعت والی روایت کے ساتھ کیا ہے۔ اسی طرح سے حضرت انس کی حدیث "انہ کان یتوضا بالمد" کو انہوں نے "یتوضا بلدرطلین" روایت کی ہے، اس لئے کہ مد کوفہ والوں کے یہاں دو رطل کا ہوتا ہے، لیکن دوسروں کے یہاں مختلف ہے۔[(33)]

ابن ابی حاتم نے حماد بن سلیمان پر جرح کرتے ہوئے کہا کہ: "کان الغاب علیہ الفقہ المیرزق حفظ الآثار" یعنی ان پر فقاہت غالب تھی احادیث کے حفظ کی توفیق نہیں دی گئی تھی۔

حافظ ابن حبان کہتے ہیں "الفقیہ اذا حدث من حفظہ و ھو ثقہ في روایۃ لا یجوز عندي الاحتجاج بہ لانہ اذا حدث من حفظہ فالغالب علیہ حفظ المتون دون الاسانید"[(34)]

یعنی فقیہ راوی اگر اپنی حفظ سے روایت کرتا ہے اور وہ فی نفسہ ثقہ بھی ہے تب بھی میرے نزدیک قابل احتجاج نہیں الا یہ

کہ وہ کتاب سے روایت کرے یا ثقات کی موافقت کرے۔

علامہ رجب فرماتے ہیں کہ یہ اس صورت میں ہے جب فقیہ متن کا حافظ ہو، لیکن جو متن کو بھی یاد نہیں رکھتا بلکہ روایت بالمعنیٰ کرتا ہے تو اس کی روایتوں سے استدلال کرنا مناسب نہیں الا یہ کہ وہ کتاب سے روایت کرے یا ثقات کی موافقت کرے۔[35]

③① . صالحین عموماً مغفل ہوتے ہیں:

یہی حال بہت سے زاہدوں کا بھی ہوتا ہے جو عالم نہیں ہوتے۔ ان کی حدیثوں پر وہم غالب ہوتا ہے اور وہ عموماً مغفل ہوتے ہیں۔ حافظ ابو عبد اللہ بن مندہ فرماتے ہیں کہ: "اذا رائیت في حديث حدثنا فلاں الزاهد فاغسل يدك منه"[36]

جب تم کسی حدیث میں یہ دیکھو کہ فلاں زاہد نے ہم سے روایت کیا ہے تو اس سے دست بردار ہو جاؤ۔

یحیٰ بن سعید فرماتے ہیں کہ "ما رائت من الصالحين اكذب منهم في الحديث"[37]

یعنی حدیث رسول میں بزرگوں سے زیادہ جھوٹا مین نے کسی کو نہیں دیکھا۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ان کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ نادانستہ طور پر جھوٹ انکی زبان پر آجاتا ہے وہ جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولتے۔[38]

امام ابو حاتم بن حبان ضعفاء کے اقسام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

پانچویں قسم ان لوگوں کی ہے جن پر بزرگی غالب ہوتی ہے تمیز کرنے سے غافل ہوتے ہیں۔ یہ مرسل کو مرفوع، موقوف کو مسند۔ حسن کے کلام کو عن انس عن النبی ﷺ کر دیں گے لہٰذا یہ لوگ قابل احتجاج نہیں۔ مثلاً ابان بن ابی عیاش اور یزید رقاشی اور ان کے طرح کے لوگ۔[39]

ابن عدی فرماتے ہیں کہ صالحین نے اپنی عادت بنالی ہے کہ فضائل اعمال مین ضعیف و موضوع روایت ہی بیان کریں گے۔

[40]

مراتب جرح وتعدیل

آئمہ جرح وتعدیل نے راویوں کے حالات اور ان کے مراتب بیان کرنے کے لئے جرح و تعدیل کے کلمات کا استعمال کیا ہے۔ ان میں سے بعض کثیر الاستعمال ہیں۔ اور بعض قلیل الاستعمال اسی طرح سے کلمات کے علاوہ حرکات و اشارات کا بھی استعمال کیا ہے، انہی کلمات و اشارات سے راویوں کی ثقاہت اور ضعف نیز ان کے مراتب کی وضاحت کی گئی ہے اور انہیں مراتب کے اعتبار سے انکی روایتوں پر اصح، حسن اور ضعیف کا حکم لگایا جاتا ہے۔ لیکن چونکہ یہ علماء مختلف ادوار اور مختلف مزاج کے تھے لازمی طور سے ان کے زمانہ اور مزاج کا گہرا اثر ان کلمات کے انتخاب پر بھی ہوا ہے۔ ایک محدث کے یہاں ایک کلمہ

کسی خاص مرتبہ پر دلالت کرتا ہے بعینہ وہی کلمہ کسی دوسرے محدث کے یہاں دوسرے مرتبہ پر دلالت کرتا ہے اسی وجہ سے علامہ ابن کثیر کہتے ہیں:

"انکا ضبط کرنا بے حد مشکل کام ہے"[41]

حالانکہ ہر فرد نے اپنی سمجھ کے مطابق ایسے کلمات کا انتخاب کیا ہے جو مدلول پر واضح طور پر دلالت کرتے ہیں، لیکن اسکے باوجود اس پر کامل اتحاد نا ہو سکا، خصوصا چوتھی صدی سے قبل ان میں نمایاں فرق پایا جاتا تھا اور اس سے قبل مراتب کی تحدید بھی نہیں تھی، لیکن اسی صدی میں امام عبدالرحمٰن بن حاتم الرازی (متوفی 327ھ) نے کلمات تعدیل کو چار مرتبوں میں محدود کیا ہے۔[42]

علامہ ابن صلاح (متوفی 647ھ) امام مزی (متوفی 742ھ) وغیرہ نے بھی انہیں کے مؤقف کو اختیار کیا ہے۔

آٹھویں صدی میں امام ذہبی (متوفی 748ھ) نے کچھ اضافہ کیا۔ انہوں نے تعدیل کو چار اور جرح کو پانچ مراتب میں تقسیم کیا ہے، حافظ عراقی (متوفی 807ھ) نے بھی انکی موافقت کی ہے، صرف ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے۔[43]

نویں صدی میں حافظ ابن حجر (متوفی 852ھ) نے ہر ایک کو چھ چھ مرتبوں میں تقسیم کیا ہے۔ جس میں انہوں نے صحابہ کا ایک طبقہ شمار کیا ہے، اگر صحابہ کو نکال دیا جائے تو انکے یہاں بھی تعدیل کے پانچ مرتبے ہیں اور تجریح کے چھ مرتبے ہوتے ہیں۔[44]

علامہ سخاوی (متوفی 902ھ) جو حافظ ابن حجر کے خاص شاگردوں میں سے ہیں، انہوں نے صرف ایک کلمے **"فلان لا يسئل عنه"** اور صحابہ کو نکال دیا ہے۔[45]

حافظ سیوطی (متوفی 911ھ) جو ان میں سب سے زیادہ متاخر ہیں انہوں نت بھی دسویں صدی ہجری میں چھ مرتبوں میں انکو برقرار رکھا لیکن انہوں نے بھی صحابہ کو خارج کر دیا ہے۔ اور **"فلان لا يسئل عنه"** کو درجہ اول میں رکھا ہے۔[46]

ان سارے کلمات میں اگرچہ فرق ہے لیکن ان کو عام قاعدہ کے تحت مختلف مراتب میں تقسیم کرنے سے جرح و تعدیل میں سے ہر ایک کے چھ چھ مراتب بنتے ہیں اور ہر مرتبہ کے لئے مختلف کلمات ہوتے ہیں جو اس مرتبہ پر دلالت کرتے ہیں جس کی تفصیل یہ ہے۔

مراتب تعدیل اور ان کے کلمات:

1) **پہلا مرتبہ**:۔ (جو سب سے اعلیٰ ہے) وہ یہ ہے جس میں راوی کی ثقاہت بذریعہ اسم تفضیل، یا صیغہ مبالغہ، یا جو انکے مشابہ اور ہم معنیٰ ہوں ان سے بیان کیا گیا ہے۔ جیسے: **"اوثق الناس احد الاحدين ،اليه المنتهى فى التثبت۔اثبت الناس،لا اعرف له نظير،فلان لا يسئل عنه،اميرالمومنين فى الحديث"وغيره۔۔ثبت،حجة،ثقه ،حافظ ،ثقه مامون وغيره۔"**

2) **دوسرا مرتبہ:** اس بنیاد پر جس کی ثقاہت بیان کرنے میں مزید تکرار آیا ہے وہ اس درجہ میں سب سے اعلیٰ ہو گا ، جیسے ابن سعد کا امام شعبہ کے بارے میں کہنا۔ **ثقه ، مامون، ثبت ، حجة، صاحب، حديث۔**

اس سلسلہ میں سب سے زیادہ تکرار جو منقول ہے وہ نو بار کی ہے جو سفیان بن عیینہ کا قول عمرو بن دینار کے بارے میں ہے۔ جب انہوں نے لفظ "ثقہ" کا تکرار نو مرتبہ کیا تھا اور ایسا لگتا تھا کہ کہتے کہتے سانس ٹوٹ گئی۔

3) **تیسرا مرتبہ:**۔ یہ ہے کہ جس راوی کی ثقاہت بغیر تاکید کے بیان کی گئی ہو جیسے: **ثقہ ، ثبت ، حجۃ، متقن، حافظ ،ضابط، امام**۔ عادل (کانہ مصحف) بھی اسی کا ملحق قرار دیا گیا ہے، حالانکہ یہ مبالغہ کے مشابہ ہے پہلے درجہ میں رکھنا قاعدہ کے اعتبار سے زیادہ مناسب تھا۔[47]

4) **چوتھا مرتبہ:**۔ یہ ہے جس میں راوی کی عدالت واضح ، لیکن ضبط غیر واضح ہو جیسے **:صدوق ، مامون ،لا باس، محله الصدق، خيار وغيره۔**

5) **پانچواں مرتبہ:**۔ یہ ہے جس میں راوی کی عدالت اور ضبط واضح طور سے نا بیان کی گئی ہو جیسے**:شيخ، وسط ۔جيد الاحديث ، حسن الحديث۔ مقارب الحديث ،الى الصدق ما هو رواه عنه وغيره۔**

نیز جن لوگوں پر کسی قسم کی بدعت یا اختلاط وغیرہ کا الزام ہے ان کو بھی اس کے ملحق قرار دیا گیا ہے جیسے**؛صدوق، رمى بلتشيع، صدوق سى الحفظ صدوق تغير، صدوق يهم:**

6: چھٹا مرتبہ:۔ یہ ہے کہ جس میں راوی پر حکم لگانے میں ناقد کے تردد و شبہ کا پتہ چلے اور اس کی دلالت عدالت کے بہ نسبت جرح سے زیادہ قریب ہو جیسے۔ **،يكتب حديثه، صدوق انشاءالله مقبول، ارجو ان لا باس به؛وغيره۔**

مراتب جرح اور ان کے کلمات:

1. پہلا مرتبہ:۔(جو سب سے کم تر ہے) یہ ہے جو راوی کے کمزور اور ضعیف ہونے کی جانب اشارہ کرتا ہے جیسے**:لين، الحديث، فيه، مقال، سئ الحفظ، تكلموا فيه، ليس بلقوى، تعرف و تنكر ،وغيره او ثق منه، مجهول۔وغيره.**
2. دوسرا مرتبہ:۔ یہ ہے جو راوی کے ضعیف اور مردود ہونے پر صراحت سے دلالت کرتا ہے۔ **جیسے ضعيف لا يحتج به، له منا كير، مضطرب وغيره۔**
3. تیسرا مرتبہ:۔ یہ ہے جو راوی استدلال کی ممانعت اور کثرت ضعف پر دلالت کرتا ہے جیسے۔ **ضعيف جدا، واه بمرآة ،لا يكتب حديثه ،لا تحل الروايه عنه،تالف،رد حديثه ،ليس بشئ،لا يساوى شيئاوغيره۔**
4. چوتھا مرتبہ:۔ یہ ہے کہ راوی کے متہم بالکذب ہونے پر دلالت کرتا ہے جیسے**،متهم بالكذب ،متهم**

بالوضع ،،سارق الحدیث ،(فیه نظر،سکتوا عنه۔ صرف امام بخاری کے یہاں۔

5. پانچواں مرتبہ:۔یہ ہے جو راوی کے (حدیث رسول ﷺ میں) دروغ گو ہونے پر دلالت کرے۔ جیسے کذاب ،دجال،وضاع ۔یکذب ۔یضع ۔وغیرہ۔

6. چھٹا مرتبہ:۔یہ ہے جو راوی کے دروغ گو ہونے پہ اسم تفصیل یا صیغہ مبالغہ سے دلالت کرے، جیسے اکذب الناس، رکن الکذب،الیہ المنتھیٰ فی الکذب وغیرہ۔

درج بالا جرح وتعدیل کے مراتب والفاظ تھے۔

خلاصہ بحث ونتائج

علم الجرح والتعدیل حدیث کی جانچ اور تصدیق کا ایک اہم شعبہ ہے، جو راویوں کی سچائی اور اعتماد کی جانچ پر مرکوز ہے۔ اس علم کا مقصد یہ ہے کہ حدیث کی صحت اور اسناد کی مضبوطی کو یقینی بنایا جائے۔ اس مقالے میں جرح وتعدیل کے اصولوں اور طریقہ کار کا تعارف پیش کیا گیا ہے، اس کی تاریخی ترقی، اور اسلامی علم میں اس کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ، راویوں پر لاگو کی جانے والی مختلف تنقید (جرح) اور تعریف (تعدیل) کی سطحات کی وضاحت بھی کی گئی ہے، اور علماء کے استعمال کردہ معیار اور اصطلاحات کو بیان کیا گیا ہے۔ ان درجات کو سمجھنے سے ہمیں حدیث کے ادب کی سالمیت کو برقرار رکھنے میں ابتدائی علماء کی محنت کی قدر کرنے میں مدد ملتی ہے۔ علم الجرح والتعدیل کی اہمیت اس بات میں مضمر ہے کہ یہ علم حدیث کی اسناد کی تصدیق اور حفاظت کے لیے ایک مستند اور منظم طریقہ فراہم کرتا ہے۔ اس علم کے بغیر، حدیث کی صحت اور اعتبار کو یقینی بنانا ممکن نہیں ہوتا۔ علماء نے راویوں کی جانچ کے لیے مختلف اصول اور معیارات وضع کیے ہیں، جن کی بنا پر جرح وتعدیل کی جاتی ہے۔ جرح کی سطحات میں شدید تنقید سے لے کر معمولی تنقید تک مختلف درجات شامل ہیں، جبکہ تعدیل میں راویوں کی سچائی اور اعتماد کی مختلف سطحات کو بیان کیا گیا ہے۔

اس تحقیقی مطالعہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ:

- علم الجرح والتعدیل اسلامی علوم میں ایک انتہائی اہم اور بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔
- اس علم کے ذریعے حدیث کی صحت اور اسناد کی تصدیق ممکن ہوتی ہے، جس سے حدیث کے ادب کی سالمیت برقرار رہتی ہے۔
- جرح وتعدیل کے اصولوں اور معیاروں کو سمجھنے سے علماء اور محققین کو حدیث کی جانچ میں مدد ملتی ہے، اور وہ صحیح اور ضعیف احادیث میں تمیز کرسکتے ہیں۔
- ابتدائی علماء کی محنت اور دقیق جانچ کی وجہ سے ہمیں ایک مضبوط اور معتبر حدیث کا مجموعہ میسر ہوا ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

حوالہ جات(References)

[1] البخاری، محمد بن اسماعیل ، **الجامع الصحیح** ، كتاب الجنائز، باب مايكره من النياحة على الميت،(بیروت: دار طوق النجاۃ، سن اشاعت:۱۴۲۲ھ)۔

[2]. ابن سیدہ، علی بن اسماعیل، **المحکم والمحیط الاعظم**،(بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۱ھ) ج۳، ص۴۷۔

[3]. ابن الاثیر الجزری، ابوالحسن علی بن محمد بن محمد الشیبانی،، **جامع الاصول**،(بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۲۰۰۵ء) ج۱، ص۱۲۶۔

[4]. ۔ابن منظور افریقی، ابوالفضل جمال الدین، محمد بن مکرم، **لسان العرب**، دار صادر بیروت، ۱۴۱۴ھ، ج۹، ص۳۸۔

[5]. **لسان العرب**، ج۹، ص۳۸۔

[6]. ابن اثیر الجزری، **جامع الاصول**، ج۱، ص۱۲۶۔

[7]. ابن منظور افریقی، **لسان العرب**، ج۹، ص۳۸۔

[8]. ابن حزم، ابو محمد علی بن احمد الظاہری، **الاحکام في اصول الاحکام**،(بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۵ھ) ج۱، ص۱۴۵۔

[9] خطیب بغدادی، ابو بکر احمد بن علی، **الکفایۃ في علم الروایۃ**،(مکتبہ علمیہ، مدینہ، ۱۴۳۱ھ)، ص۳۸۔

[10]. ابن الاثیر الجزری، ابوالحسن علی بن محمد بن محمد الشیبانی،، **جامع الاصول**،(بیروت: دار الکتاب العربیہ، 1992ء) ج۱، ص۱۲۶۔

[11]. حاجی خلیفہ، **کشف الظنون عن اسماء الکتب والفنون**،(بیروت: موسسہ الرسالہ، 2004ء)، ج۱، ص۵۸۲۔

[12]. صبحی صالح، ڈاکٹر، **علوم الحدیث ومصطلحہ**،(بیروت: دار الکتب الاسلامی، 1998ء)، ص۱۰۹۔

[13]. خان بھوپالی، محمد صدیق حسن، **ابجد العلوم**،(بیروت: دار ابن حزم) ج۲، ص۲۱۱۔

[14]. الحجرات:۶۔

[15]. بخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، کتاب التعبیر، ج۱۲، ص۴۱۹۹۔

[16]. القشیری، مسلم بن حجاج، **الجامع الصحیح لمسلم**، کتاب الطلاق،(دار السلام، بیروت) ج۲، ص۱۱۱۴۔

[17]. السخاوی، شمس الدین ابوالخیر، **فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث**،(مصر: مکتبۃ السنۃ، ۲۰۰۳ء)، ص۳/۴۔

[18] ابن حجر عسقلانی، ابوالفضل احمد بن علی، **تہذیب التہذیب**،(دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۷ء) ج۱، ص۱۰۲۔

[19]. **تہذیب التہذیب**، ج۱۰، ص۱۰۲۔

[20] ۔السیوطی، جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر، **التقریب والتیسر للنووي**،(دار طیبہ بیروت، ۱۴۳۱ھ) ج۲، ص۳۶۸۔

[21]. الذہبی، شمس الدین ابوعبد اللہ محمد بن احمد، **میزان الاعتدال في نقد الرجال**،(دار المعرفہ، بیروت، ۱۹۶۳ء، ج۱، ص۱۱۱۔

[22]. الذہبی، شمس الدین، ابوعبد اللہ محمد بن احمد، **تذکرۃ الحفاظ**،(بیروت: دار الغرب الاسلامی، 1994ء) ج۲، ص۲۸۳۔

23. بخاری، محمد بن اسماعیل، **جزء القراۃ**، (دار الکتاب العربی، بیروت)، ص ۲۹۔

24 بخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، کتاب الاحکام، رقم الحدیث: ۸۱۵۸۔

25. کوثری، محمد زاہد الکوثری، **التكميل بمافي تانيب الكوثري من الاباطيل**، (دار صادر، بیروت) ج ۱، ص ۵۴۔

26. **میزان الاعتدال**، ج ۱، ص ۳۸۹۔

27. الذہبی، شمس الدین، ابو عبد اللہ محمد بن احمد، **تذکرۃ الحفاظ**، (بیروت: دار الغرب الاسلامی، ۱۹۹۸ء) ج ۱، ص ۳۸۰

28. السخاوی، شمس الدین ابو الخیر، **فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث**، (مکتبۃ السنۃ، مصر، ۲۰۰۳ء)، ج ۲، ص ۲۳۔

29 ابن رجب حنبلی، زین الدین عبد الرحمن، **شرح علل الترمذي**، (مکتبہ المنار، اردن، ۱۹۸۷ء) ص: ۱۲

30. **شرح علل الترمذي**، ص ۳۳۳۔

31. خطیب بغدادی، ابو بکر احمد بن علی، **الکفایۃ في علم الروایۃ**، (مکتبہ علمیہ، مدینہ، ۱۴۳۱ھ)، ص ۱۱۲۔

32. **هدي الساري**، ص، 384

33. **شرح علل الترمذي**، ص ۳۸۱

34. **شرح علل الترمذي**، ص ۳۸۲۔

35. **شرح علل الترمذي**، ص ۳۸۳۔

36. **شرح علل الترمذي**، ص ۳۸۰۔

37. مسلم بن حجاج القشیری، ابو الحسین، **مقدمہ صحیح مسلم**، (دار احیاء الکتب العربیہ، قاہرہ، ۱۴۳۱ھ) ص: ۹۴۔

38. **مقدمہ صحیح مسلم**، ص ۹۵۔

39 ابن حبان، ابو حاتم، **کتاب المجروحین**، دار الوعی، حلب، ۱۳۹۶ھ. ج ۱، ص ۶۷۔

40. **شرح علل الترمذي**، ص 115

41. ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر، **الباعث الحثیث**، (دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۳۱ھ) ص ۱۰۵۔

42 ابن ابی حاتم، **الجرح التعدیل**، (دار صادر بیروت) ج ۲، ص ۳۷۔

43. **میزان الاعتدال**، ج ۱، ص ۴۔

44. ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، **نزهة النظر شرح نخبة الفكر**، (دار الفکر بیروت، ۲۰۰۱ء) ص: ۱۳۴۔

45. **فتح المغیث**، ج ۲، ص ۱۳۰۔

46. السیوطی، جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر، **تدریب الراوي**، دار طیبہ بیروت، ۱۴۳۱ھ، ج ۱، ص ۳۴۱۔

47. ابن الصلاح، عثمان بن عبد الرحمٰن الشہروزی، ابو عمرو، **معرفة انواع علوم الحديث (مقدمہ ابن صلاح)**، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 2001ء)، ص 194۔